خدا اپنی امانتیں امینوں کے سپرد کیا کرتا ہے۔
اپنی دینی و دنیاوی امانتوں کے حق ادا کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍ دسمبر ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۲﴾ (المؤمنون: ۹-۱۲)

پھر فرمایا:۔

گزشتہ کچھ عرصے سے خیانت کا مضمون چل رہا ہے اور گزشتہ جمعہ میں مَیں نے یہ توجہ دلائی تھی کہ امانتوں کا حق ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ کسی امانت کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو تو خیانت کہلاتی ہے مگر تمام خیانتوں سے بڑھ کر خیانت اُس حق کی خیانت ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور امانت انسان کے سپرد کیا جاتا ہے۔ پس عہد یداروں کی مثالیں دے کر، عہدوں کے حقوق کے ادا کرنے کی طرف جو توجہ دلائی گئی تھی یہ امانت کے معانی کو کھینچ کر لمبا نہیں کیا گیا تھا بلکہ درحقیقت امانت کا بنیادی معنی یہی ہے کہ اللہ کا حق جو بندوں پر ہو اُس میں خیانت نہ کی جائے اُس کو تمام تر توجہ سے، تمام باریکیوں کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوا تو نزول قرآن کو اور

آنحضور ﷺ کو شریعت کا نگران مقرر کرنے کو خدا تعالیٰ نے امانت فرمایا ہے اور ایسی امانت فرمایا ہے جس کے متعلق فرمایا اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا (الاحزاب: ۷۳) کہ دیکھو کیسی امانت تھی جس کو زمین اور آسمان اور پہاڑوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اتنی بڑی ذمہ داری اُس کے ساتھ وابستہ تھی لیکن دیکھو اس بندے یعنی محمد مصطفی ﷺ نے جو انسانِ کامل ہے اس نے آگے بڑھ کر امانت کا بوجھ اٹھالیا۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی غلامی میں آپ کے کاموں کی ادائیگی اُمتِ محمدؐیہ پر فرض ہے اور اس امانت کو اٹھانے میں تمام امت حضرت محمد مصطفی ﷺ کی مددگار اور معاون ہے اور جس حصے پر جتنی امانت ڈالی جائے یا امانت کا بوجھ ڈالا جائے اُس حصے پر یہ امانت گویا خدا تعالیٰ نے ڈالی ہے کیونکہ امانت کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے اور اس پہلو سے جب ہم احادیث نبویہ پر غور کرتے ہیں تو سمجھ آجاتی ہے کہ کیوں حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امانت کے حق کی ادائیگی پر اتنا زور دیا ہے اور اُسے قرآن کریم نے بھی خدا تعالیٰ کی امانت ہی قرار دیا ہے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں آیت کی تلاوت کی تھی۔ اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ آپس میں جب خیانتیں کرتے ہو تو پھر تم خدا کی خیانت بھی کرنے لگتے ہو اور رسول کی خیانت بھی کرنے لگتے ہو یعنی وہ خیانت جو سب سے ذلیل اور سب سے زیادہ خطرناک ہے وہ اللہ اور رسول کی خیانت ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ اوّل درجے پر امانت وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول اور اُس کے غلاموں پر عائد فرمائی گئی ہے یا اُن کے سپرد فرمائی گئی ہے اور اُس کی ادائیگی میں ہمیں حد سے زیادہ محنت کے ساتھ، باریک نظر کے ساتھ توجہ دینا ہوگی اور مستقلاً اُس کی حفاظت کرنا ہوگی۔

بات یہ ہے کہ جماعت کے عہدیداروں سے متعلق تو میں گزشتہ اس سلسلے میں تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں۔ ان تمام باتوں کو دہرانا مقصود نہیں ہے مگر مثالیں دیتا ہوں کہ کس طرح انسان اپنی امانت سے غافل ہو جاتا ہے اور کتنی جلدی امانت کو بھولنے کا عادی ہے۔ جو باتیں تفصیل سے بیان کی جاتی ہیں اُن کو بھی بار بار دہرانا پڑتا ہے اور یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے یہ ہمیشہ سے ایسا ہی سلسلہ چلا آرہا ہے۔ چند دن ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عبارت پڑھی۔ اُس میں آپؑ فرماتے ہیں کہ مجھے جو بار بار ایک بات کو دہرانا پڑتا ہے بعض دفعہ لوگ سمجھتے ہیں

کہ ایک ہی بات کی تکرار ہے۔ فرماتے ہیں میں مجبور ہوں کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ بات سنتی ہے اور بھول جاتی ہے اور جب تک بار بار تکرار کے ساتھ ایک چیز کو سمجھایا نہ جائے پوری طرح اس کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ قائم نہیں ہوتی۔ پس ضمناً ان باتوں کو بھی دہراتا ہوں جو پہلے کہہ چکا ہوں لیکن بطور مثال کے اور بطور یاددہانی کے۔

اس سلسلے میں مَیں شعبہ اشاعت کی مثال پیش کر رہا تھا۔ شعبہ اشاعت سے متعلق ایک دو اور باتیں کہہ کر پھر بعض دوسرے شعبوں کا بھی محض مثال کے طور پر ذکر کروں گا۔ دنیا بھر میں جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے نمائشوں میں حصہ لے رہی ہے یعنی ایسی نمائشیں جو کتب کی نمائشیں ہیں اور **الا ماشاء اللہ** بعض دفعہ تو دوسری چیزیں بھی ساتھ ہو جاتی ہیں لیکن آج کل دنیا میں یہ رواج زیادہ زور پکڑ رہا ہے کہ کتب کی نمائش مختلف ممالک میں لگائی جاتی ہیں اور اُس میں جماعت احمدیہ خصوصیت کے ساتھ حصہ لیتی ہے۔ اسی طرح بڑی نمائشوں میں بھی بعض حصے کتب کی نمائشوں کے لئے مخصوص کئے جاتے ہیں۔ میرا گزشتہ کئی سال سے تجربہ یہ ہے کہ دور دور سے ممالک نمائش کے قریب آنے پر یہ اطلاع بھیجتے ہیں کہ اب نمائش میں اتنے دن رہ گئے ہیں ہمیں فلاں فلاں کتب کی ضرورت ہے، فلاں لٹریچر کی ضرورت ہے، فلاں سونیئرز کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اگر جماعت احمدیہ کے وقار کی خاطر ہمیں ہوائی جہاز پر زیادہ خرچ کر کے بھی کتب بھجوائی جائیں تو مناسب ہوگا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جماعت کے وقار کا اُن کو نمائش کے قریب آنے کے وقت کیوں خیال آیا۔ اب پھر سوال یہ ہے کہ اُس ملک کا نظام کیا کرتا رہا ہے۔ وہ ملک بہر حال کسی امیر کے سپرد ہے، اُس ملک کے تابع مختلف شعبوں کے سیکرٹری موجود ہیں، اُن میں ایک اشاعت کا سیکرٹری بھی موجود ہے، کیوں اُسے پہلے خیال نہیں آیا کہ ہمارے ملک میں کب اور کس نوعیت کی نمائش، کہاں کہاں لگے گی۔ ایک ملک جتنا وسیع ہو اُتنی ہی زیادہ وہاں سالانہ نمائشیں لگنے کے امکانات ہوتے ہیں۔ اب ہندوستان ہے مثلاً وہاں مختلف صوبوں میں مختلف وقتوں میں ایسی نمائشیں لگتی ہیں اور جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو اُن نمائشوں میں حصہ لینے کی توفیق ملی ہے، وہاں آنے والوں پر بہت گہرے اثرات مترتب ہوئے ہیں۔ بعض مخالف علماء بھی ایسے تھے جو نمائش پر آئے اور سلسلے کی خدمت کے کام دیکھ کر اُن کی کایا پلٹ گئی۔ بعض متعصب ہندو لیڈر تھے جو اسلام کا نام برداشت نہیں کر سکتے تھے

لیکن وسیع نمائش تھی اُس میں کسی اور دلچسپی کی خاطر آئے اتفاقاً جماعت احمدیہ کے سٹال پر نظر پڑی اور جب اُنہوں نے کھڑے ہو کر وہاں جماعت کے لٹریچر کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا تو نہ صرف حیران رہ گئے بلکہ ایک متأثر لیڈر نے یہاں تک لکھا کہ میں تو اسلام کو کچھ اور سمجھا کرتا تھا۔ اگر یہ اسلام ہے تو محبت کے لائق ہے۔ چنانچہ یہ نمائشیں بہت اہمیت رکھتی ہیں لیکن یہ جو روزمرہ کا رواج بن گیا ہے کہ چند دن پہلے کبھی ہندوستان کے کسی علاقے سے چٹھی آجائے، کبھی کینیڈا یا امریکہ کے کسی علاقے سے چٹھی آجائے، کبھی جرمنی سے، کبھی فرانس سے کہ اتنی دیر رہ گئی ہے اور ابھی تک ہمارے پاس نمائش کے لئے پورا مواد اکٹھا نہیں ہوا۔ یہ بہت ہی نامناسب بات ہے، یہ بات جماعت کے وقار کے خلاف ہے۔

جو امانتیں جس کے سپرد کی جاتی ہیں اُس کا فرض ہے کہ وہ امانتوں کا حق ادا کرے۔ پہلے اس سے میں شعبہ اشاعت کو ہدایت کیا کرتا تھا کہ جو بھی خرچ ہو مجبوراً جلدی کتابیں بھجواؤ۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے اور یہی جواب لکھوانے شروع کئے ہیں کہ کافی لمبا عرصہ آپ کو ڈھیل دی جاچکی ہے، اب اگر کوئی محرومی ہوگی تو اُس کا گناہ آپ کے سر ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر دنیا کی جماعت کی ساری ضرورتیں تفصیلاً یہاں سے براہ راست پوری کی جائیں۔ ہر ملک کی مرکزی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں اور کی جاتی ہیں۔ وہ لوگ کہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور کہاں سوئے ہوئے ہیں کہ جن کے سپرد شعبہ اشاعت ہے۔ اُنہوں نے کیوں اپنے ملک کا جائزہ نہیں لیا، کیوں نہیں دیکھا کہ کون کون سی جگہ سلسلے کی کتب کے تعارف کا اچھا موقع ہے؟ صرف ملکی وسیع پیمانے کی نمائش کا سوال نہیں ہے بعض لائبریریاں نمائشیں کرتی ہیں۔ بہت سی ایسی تقریبات ہوتی ہیں جن میں حصہ لینے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلے کے لٹریچر کا بہت اچھا تعارف ہوسکتا ہے یہ بھی ایک مثال ہے۔ تمام سیکرٹریان اشاعت کا فرض ہے کہ اشاعت کے ہر موقع پر نظر رکھیں اور دور کی نظر بھی رکھیں کہ فلاں سن میں فلاں بات ہونی ہے اور اُس کے لئے پہلے سے تیاری کریں جو بھی ضرورت ہوگی وہ ضرور پوری کی جائے گی انشاءاللہ۔ یہاں لٹریچر اسی لئے شائع ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں تقسیم ہو، کہیں صندوقوں میں بند کرنے کے لئے تو نہیں شائع ہوتا لیکن اب انفرادی طور پر الگ الگ بھجوانے کا سلسلہ بند ہوگا کیونکہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو کام ہو رہے ہیں اکثر رضا کارانہ ہیں۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو سلسلے کے

باقاعدہ خدمت گزار ہیں یعنی واقفین زندگی کے طور پر کام کر رہے ہیں، ایسے جو ہیں اُن کے ساتھ بھی مددگار مستقل نہیں ہیں۔ اب شعبہ اشاعت مثلاً مولوی منیر الدین صاحب شمس کے سپرد ہے، سالہا سال بغیر کسی کلرک، بغیر کسی معاون کے، سارا کام وہ خود کرتے ہیں، مجھ سے شکایت کرتے رہے شروع میں، اُن کو میں نے سمجھایا کہ یہاں کی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا مادہ رکھتی ہے، اس میں صلاحیت موجود ہیں، اپنی ٹیم خود بنائیں چنانچہ ٹیمیں بنانی شروع کیں خدا کے فضل سے اتنی اچھی ٹیمیں اُن کے ساتھ بننی شروع ہو گئیں کہ بڑے بڑے کام آسان ہو گئے اور یہی حال باقی دوسری چیزوں میں بھی ہے لیکن ان رضا کارانہ کام کرنے والوں پر ایک حد تک بوجھ ڈالا جا سکتا ہے اور یہی کام دوسرے ملکوں میں بھی اگر اسی طرح سب کریں تو بہت بڑی تعداد میں خدا کے فضل سے جماعت کے اچھے رضا کار تربیت پا سکتے ہیں اور آئندہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی اہلیت رکھ سکتے ہیں۔

اس ضمن میں میں تصنیف کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ شعبہ اشاعت اور شعبہ تصنیف کا گہرا رابطہ ہے۔ اشاعت کا تو مطلب ہے کہ جو بھی لٹریچر تیار ہو اُس کی مناسب تقسیم اور اُس پر نظر رکھنا کہ کون سی چیز کی ضرورت کہاں کہاں ہے اور وہ ضرورت بروقت پوری کرتے رہنا۔ اپنا سٹاک ختم ہونے سے پہلے اُس کے متعلق متعلقہ شعبوں سے رابطہ پیدا کرنا، اُن سے مطالبہ کرنا کہ فلاں وقت کے اندر اندر ہمارا سٹاک ختم ہونے والا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کافی دیر پہلے اندازہ لگا کر یہ اطلاع دی جائے۔ بعض ملکوں کی طرف سے ایسی اطلاع ملتی ہے کہ قرآن کریم مثلاً فرانسیسی سٹاک میں بالکل نہیں رہا اور مطالبہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک دن میں تو نہیں اچانک غائب ہوا تھا۔ ختم ہوتے ہوتے وقت لگتا ہے اندازہ ہو جاتا ہے رفتار کا کہ اس رفتار سے نکل رہا ہے تو اتنے مہینے کا سامان باقی ہے، چند مہینے پہلے لکھنا چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی ختم کے قریب ہو اور اتنے زیادہ مطالبے اکٹھے آجائیں تو پھر نیا چھپوانے کی ضرورت پیش آجائے۔ یہاں بھی میں نے متعلقہ عہدیداروں کو ہدایت کی ہے کہ اپنی ضرورت کا اندازہ چند مہینے پہلے رکھ کر مجھے بروقت مطلع کیا کریں تا کہ کبھی بھی ایسا نہ ہو کہ اچانک مطالبہ آئے اور ہم اُسے پورا نہ کر سکیں مگر یہ ایسا کام ہے کہ ساری دنیا کے وسیع رابطے اور مسلسل رابطے رہنے ضروری ہیں۔

دوسرا شعبہ ہے تصنیف۔ تصنیف کا کام صرف یہ ہے کہ سلسلے کی لٹریچر کی ضرورتوں پر نظر رکھیں۔

مرکزی نظر تو ساری عالمی ضروریات پر رہتی ہی ہے لیکن مختلف ممالک کی بعض فوری مقامی سطح کی ضرورتیں ہوا کرتی ہے اور اُن پر نظر رکھنا اُس ملک کے سیکرٹری تصنیف کا کام ہے۔ مثلاً ایک ملک میں کسی خاص قسم کا فتنہ جماعت کے خلاف پھیلایا جارہا ہے، خاص قسم کا ایک منصوبہ بنایا جاتا ہے جس کا بعض ملکوں سے تعلق ہوتا ہے مثلاً انگلستان میں ایک دفعہ یہ منصوبہ بنایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گستاخی کا الزام لگا کر تمام سکول کے بچوں کو مختلف تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچے ہوں یا بڑے ہوں اُن کو جماعت سے بدظن کیا جائے اور مسلمان ملانوں نے لٹریچر تیار کیا اور انگریزی میں ترجمہ کروا کر عیسائیوں میں تقسیم ہوا۔ اس قسم کے حربے مختلف ممالک میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فوراً جوابی کارروائی ہوئی اور دیکھتے دیکھتے مخالفانہ لٹریچر بند اور پھر غائب ہو گیا کیونکہ اُس جواب کے بعد جو سلسلے نے شائع کیا ہے اعتراض کرنے والے کو کھڑے ہونے کی جگہ باقی نہیں رہتی اُسے خود بھاگنا پڑا اور ہر شعبے میں جماعت کو خدا تعالیٰ نے رعب عطا فرمایا ہے۔ **نصرت بالرعب** (تذکرہ صفحہ:۵۳) کا یہی مطلب ہے کہ ایسے دلائل عطا فرمائے ہیں، ایسی ترجیحی سلطان عطا کی ہے یعنی غالب آنے والی دلیل کہ اُس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دشمن کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں اور یہ چونکہ ہمیشہ ہوتا چلا جارہا ہے اس لئے رعب بنتا ہے۔

رعب کی ایک تاریخ ہوا کرتی ہے۔ رعب آناً فاناً خود بخود نہیں بن جاتا فرضی طور پر۔ جو رعب دار لوگ ہیں گھروں میں بھی ایسے والدین ہوتے ہیں جو رعب دار ہوتے ہیں، گھروں میں بھی ایسے والدین ہوتے ہیں بالکل بے رعب اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہ باتیں اچانک ایک دو دن میں نہیں ہوا کرتیں۔ رعب دار والدین کا ایک کردار ہے، ایک لمبا عرصہ تک بچوں نے اُن کو دیکھا ہے، بعض حالتوں میں بعض ردعمل کرتے ہوئے اس کے بعد رعب قائم ہو جاتا ہے، کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ اُس رعب کی مخالفت میں کوئی کام کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو جو الہام ہوا **نصرت بالرعب** اس کے پیچھے ایک لمبا کردار اور اس کردار کی ہمیں حفاظت کرنی ہوگی ورنہ رعب جاتا رہے گا۔ قرآن کریم نے بھی مسلمانوں کو بالعموم اس طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو یہ بات نہ کرنا ورنہ تمہاری ہوا نکل جائے گی۔ وہ ہوا جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے اُسی کو ہم رعب کہتے ہیں۔ اپنے رعب کی حفاظت کریں جو خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور وہ حفاظت اسی طرح ہوگی جب دشمن

حملہ کرتا ہے اور جہاں سے کرتا ہے ایسی شدید فوری جوابی کارروائی ہو کہ لازماً دشمن کے پاؤں اکھڑ جائیں یہاں تک کہ وہ رعب قائم ہو اور بڑھتا رہے۔ جس کے بعد کسی شریر کو جرأت نہ ہو کہ آتے جاتے خواہ مخواہ چھیڑ خانی شروع کرے اور خواہ مخواہ جماعت کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے۔

اس ضمن میں سیکرٹریان اشاعت کی بات ہو رہی ہے تو مرکزی علماء کو بھی اس وقت ربوہ میں بیٹھے میری بات سن رہے ہیں اُن کو ایک نصیحت کرنی چاہتا ہوں۔ جماعت کے خلاف جو آج کل کارروائیاں ہو رہی ہیں اُن کا لب لباب یہ ہے کہ ہر جگہ سے جماعت کے پاؤں اکھیڑنے کی خاطر سعودی عرب کے پیسے سے پاکستان کے ملانے اور بعض دوسرے کارندے مل کر یہ کوشش کرتے ہیں کہ عام مسلمان پر مختلف ممالک میں یہ تاثر دیں عام مسلمانوں کو کہ آپ میں اور ان میں بڑا فرق ہے۔ ہم جو ان سے غیر معمولی سلوک کر رہے ہیں اُس کی وجوہات ہیں۔ آپ کے عقیدے سے اختلاف بھی رکھتے ہوں پھر بھی ہم سب سے ملتے جلتے ہیں ہم بالعموم اقدار مشترکہ رکھتے ہیں، مشترک قدریں رکھتے ہیں لیکن ان کا مزاج الگ، ان کے خیالات اور عقائد الگ اور اتنا فرق ہے کہ ہم میں مل کر، سمو کر، اکٹھے ہو کر بیٹھ ہی نہیں سکتے۔ پس یہ فرق انہوں نے خود اپنے اندر قائم کئے ہیں، ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ہمارے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتے، فلاں بات نہیں کرتے، ظفر اللہ خان نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا وغیرہ وغیرہ اور بار بار یہ تاثر زیادہ عام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے سارا قصور جماعت احمدیہ کا ہے خود الگ ہو بیٹھی ہے، اپنے عقائد مختلف بنا بیٹھی ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اس کی جوابی کارروائی اس رنگ میں تو ہوتی ہے کہ اُن کے ہر اعتراض کا مؤثر جواب دیا جاتا ہے، بتایا جاتا ہے کہ کہاں جھوٹ بول رہے ہیں جو سچی بات ہے اس کی توجیہہ کیا ہے؟ کیوں ہم ایسا کرتے ہیں؟ اس کا شرعی جواز کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اب وقت ہے کہ جوابی حملہ کیا جائے ورنہ سنجیدہ جوابی کارروائی کا عوام الناس پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا ہے۔ اول تو اُن تک یہ کتابیں پہنچتی نہیں، پہنچے بھی تو عوام الناس میں یہ شعور نہیں ہوتا کہ اعتراض اور اس کے جواب کا صحیح موازنہ کر سکیں اس لئے بڑی مشکل پیش آتی ہے اور پھر یوں لگتا ہے کہ ہم سب باقی مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ صرف یہی ہیں جو محل نظر ہیں۔ ہمارے اسلام پر تو شک نہیں ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے ان کا جواب پڑھیں اور یہ فیصلے کریں کہ واقعتاً سچے الزام ہیں یا جھوٹے الزام ہیں ساری امت نے مل کر نکال باہر مارا ہے، ہم بھی سمجھ لیتے ہیں کہ چلو باہر

کے ہیں تو باہر کے ہی رہیں۔ جو شرفاء ہیں ان پر بھی یہ اثر ہے۔

اس سلسلے میں میں نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے، اس نظر سے گہرا مطالعہ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جتنے مسلمانوں کے بڑے بڑے فرقے ہیں اگر اسی طرز پر اُن کے خلاف غیر مسلم قرار دیئے جانے کے مطالبے کئے جائیں تو اُن کے خلاف مطالبات بہت زیادہ وزن رکھیں گے اور بہت زیادہ قوی دلائل ہیں یہ بتانے کی کہ اُنہوں نے اپنے آپ کو امت سے کاٹا ہے، امت سے الگ ہوئے، اُن کے عقائد اتنے خطرناک بن گئے، دوسرے مسلمانوں کے مقابل پر کہ وہ اکٹھے رہ ہی نہیں سکتے۔ پس مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللهُ (ال عمران: ۵۵) کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جیسے مکر وہ کرتے ہیں اُس حد تک مکر کی اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکر اور خدعہ وغیرہ کے سلسلے میں پہل کا ذکر کہیں نہیں فرمایا۔ جہاں جہاں قرآن کریم میں ہدایت ہے وہاں ابتداء دشمن کی طرف دکھائی گئی اور جوابی کارروائی اللہ تعالیٰ کی طرف۔ تو بعض ایسی باتیں جہاں ابتداء نہیں کرنی چاہئے، خواہ مخواہ امت کے مزاج کو کیوں منتشر کیا جائے، خواہ مخواہ ایسی باتوں کو کیوں اچھالا جائے جس کے نتیجے میں بعض لوگ بعض دوسروں سے بدظن ہوں لیکن جب کوئی آپ کے خلاف ایسا مکر کرے تو سنت اللہ یہ ہے کہ جوابی مکر کرنا ضروری ہے اور اُسی حد تک کیا جائے جس حد تک یہ کرتے ہیں ابتداء کی اجازت نہیں۔ پس علماء کو چاہئے کہ اب یہ کتابیں لکھیں کہ کیوں بریلویوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے، کیوں وہابیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے، کیوں شیعوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے، کیوں فلاں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے، کیوں فلاں کو اور کیوں اسماعیلیوں کو، کیوں دوسرے شیعہ اور سنی فرقوں کو باری باری اسلام سے نکال کے باہر مارا جائے۔

اس نہج پر الگ الگ مطالبے کی کتابیں بننی چاہئیں جماعت کوئی مطالبہ نہیں کرے گی۔ جماعت بتائے گی کہ اس طرح مطالبے ہوتے ہیں۔ جماعت امت مسلمہ کو سمجھائے گی کہ جس طریقے پر تم نے ہمارے خلاف مطالبے سنے اور اُن کو اپنے ذہنوں میں جگہ دی اور اسی طریق پر دوسرے مطالبے بھی دیکھو۔ اب ہماری باری ہے کہ ہم تمہیں کر کے بتائیں کہ کیا ہوتا رہا ہے ہم سے۔ جب ہم سے ہوتا تھا تو تمہارے کان پہ جوں بھی نہ رینگی اگر رینگی تو فساد کی جوں رینگی ہے۔ ہم فساد کی خاطر نہیں مگر تمہیں سمجھانے کی خاطر کہ یہ چوٹ جب تم پر پڑے گی تمہارے دلوں کو مجروح کرے گی۔ اُس

وقت تم کیا سوچو گے اور تم کیسے اپنے دفاع کی کوشش کرو گے۔ اس سلسلے میں بہت محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے فرقوں کے مسلمان علماء نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہوئی ہیں، کوئی دیوبندی مذہب ہے، کوئی بریلوی مذہب ہے، کوئی فلاں مذہب ہے، کوئی فلاں مذہب ہے اور جتنا آپ کھودیں گے یعنی تاریخ کے ورقوں کو کھود کھود کے نکالیں گے، بہت زبردست لٹریچر اس معاملے میں تیار ہے۔ کوئی زمانہ تھا جب وہابیوں کو دنیا کی بدترین مخلوق سمجھا جاتا تھا ہندوستان میں۔ ایسی نفرت تھی کہ ایک دفعہ ایک سکھ کی دوکان بہت چل پڑی گاؤں میں اور دوسرے مسلمان دکاندار تھے اُن کی کوئی پیش نہیں جاتی تھی۔ بہتوں نے کہا دیکھو جی یہ سکھ ہیں، ہم مسلمان ہیں اور تم ہمیں چھوڑ کر مسلمانوں کی اکثریت کا گاؤں تھا، ہمیں چھوڑ کر سکھوں سے سودا لیتے ہو۔ وہ صاف ستھرے لوگ تھے، دیانتدار تھے، اچھا سودا بیچتے تھے لوگ لیتے رہے اُن سے، تو آخر ایک آدمی کو ایک ترکیب سوجھی۔ اُس نے کہا کہ تم یہ پروپیگنڈہ کرو کہ یہ سکھ وہابی ہو گیا ہے اپنے آپ لوگ سودا لینا چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ جب یہ اعلان ہوا کہ سکھ وہابی ہو گیا سارے گاؤں میں بائیکاٹ ہو گیا۔ آج جب یہ کہتے ہیں احمدی ہو گیا ہے اس کا بائیکاٹ کرو کل یہی ملاّں تھا جو وہابی ہو گیا کہہ کہہ کر بائیکاٹ کروایا کرتا تھا، بریلوی ہو گیا کہہ کے بائیکاٹ کروایا کرتا تھا، شیعہ ہو گیا کہہ کر بائیکاٹ کروایا کرتا تھا، سنی ہو گیا کہہ کے بائیکاٹ کروایا کرتا تھا، ان کو ان کی تاریخ تو یاد کروائیں۔

ابھی بنگلہ دیش سے مثلاً یہ اطلاع ملی کہ راج شاہی میں جماعت کو نئی تعمیر شدہ مسجد جو ابھی اپنی تکمیل کو پہنچ رہی تھی اُس پر ملانوں نے اور اُن کے چیلے چانٹوں نے پندرہ سو کی تعداد میں حملہ کیا اور نہ صرف منہدم کیا بلکہ ایک ایک اینٹ بنیادوں کی بھی اٹھا کر لے گئے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ یہ بدبخت لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کو سنبھالے ہوئے ہیں، اُس کے امین بنائے گئے ہیں، ایسی چوری کو، ایسی ذلیل حرکت کو کہ خدا کے گھر کی اینٹیں بھی چرا کے لے جائیں۔ اس کو اُنہوں نے امانت قرار دے رکھا ہے، ان سے تو اللہ نپٹے گا لیکن اعلان وہ یہ کر رہے ہیں کہ اس لئے ہم پر فرض ہے کہ قرآن کریم نے مسجد ضرار کا ذکر کر کے ہم پر فرض عائد کر دیا ہے کہ ہر وہ مسجد جہاں ہم سمجھیں کہ فساد ہو رہا ہے۔ یعنی ہمارے نقطہ نگاہ سے اُس مسجد کی تعمیر فساد پر مبنی ہے اُسے برباد کر دیں، اُسے گرادیں۔ یہ مسجد ضرار کی مثال بیان کر کے اخباروں میں یہ اعلان شائع کر کے کھلے

عام مسلمانوں کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ احمدیوں کی مسجدیں منہدم کرو اور لوٹو مارو اور جو چاہو کرو عین جائز بلکہ باعث ثواب ہے۔

سوال یہ ہے کہ مسجد ضرار کیا تھی ، کس حد تک قرآن کریم نے عبادت گاہوں کو جلانے یا منہدم کرنے کی اجازت دی ہے یہ الگ بحثیں ہیں اس سلسلے میں میں ایک دفعہ تفصیلی خطبہ بھی دے چکا ہوں۔ بنگلہ دیش کو ہدایت دی جا چکی ہے کہ آپ کو کس قسم کی جوابی کارروائی کرنی چاہئے لیکن میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اب ہمیں ان معاملات میں بھی جس حد تک قرآن کریم نے اجازت دی ہے کچھ جارحانہ کارروائی کرنی چاہئے۔ اگر ان کی اس دلیل کو توڑنا ہے تو محض دلائل سے نہیں توڑا جائے گا۔ اب کھوج سے ان کی گندی تاریخ کو نکال کر عوام کے سامنے پیش کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ بتانا پڑے گا کہ جب سے اسلام قائم ہوا ہے ان ملانوں نے مسجد ضرار کہہ کر یا فتنے کی مسجد کہہ کر آج تک کس کس ملک میں کتنی مسجدیں جلائی ہیں اور کتنی مسجدیں برباد کیں۔ کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جس کی پہلے مسجدیں توڑی یا منہدم نہ کی گئی ہوں، اُن کو گرا کر خاکستر نہ کیا گیا ہو۔ ایک بھاری تاریخ بھری ہے اگر مسجد ضرار کا یہی معانی ہے تو پھر ان ملانوں کے تعامل سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ہر دوسرے فرقے کی مسجد کو جلا دے ، برباد کرے اور منہدم کر دے۔ ایسی ظالم قوم ہو چکی ہے کہ ان کے اوپر تو بعض دفعہ غصہ آتا ہے تو سخت لفظ استعمال کرنے کو دل چاہتا ہے مگر ہمیں تحمل کی تعلیم ہے۔

صرف ایک بات ہے جو ہم سب کر سکتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ پر درود بھیجیں جنہوں نے اس زمانے کے ملانوں کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا تھا۔ **شر من تحت ادیم السماء** (مشکوۃ کتاب العلم والفضل صفحہ: ۳۸) یہ بھی نہیں فرمایا کہ انسانوں میں سے وہ بدتر ہوں گے فرمایا اُس زمانے میں آسمان کے نیچے ذلیل ترین مخلوق ہو گی ، ہمیں کیا ضرورت ہے خود کسی کو گالی دینے کی ، امت کے مالک ، امت کے بادشاہ نے ان کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ یہی حدیث ہے جو عوام الناس کے سامنے لانی چاہئے کہ تم کدھر جا رہے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی قیادت میں تم ہر ظالمانہ کارروائی کرنے کے لئے شیر ہوتے چلے جاتے ہو، ہر بُری بات کے لئے آگے بڑھتے ہو، **شر من تحت ادیم السماء** کا ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ جب شر کی طرف بلاتے ہیں تو اُس وقت لوگ ان کی آواز پر لبیک

کہتے ہیں یعنی شر کرنے کی طاقت ہے، نیکی کی طاقت نہیں ہے، جب نیکی کی طرف بلاتے ہیں تو سارے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں۔ کوئی آواز ان کی نیکی کی دعوت پر لبیک نہیں کہتی۔

میں نے پہلے بھی بارہا توجہ دلائی ہے صرف پاکستان کو چھوڑیئے، پاکستان کے کسی چھوٹے سے قصبے کے علماء مل کر اور باقی علماء کی مدد لے کر وہاں سے گندگی، فساد، فتنہ، بد دیانتی، رشوت، چوری، ڈاکہ، ظلم وستم، جھوٹ ان کے قلع قمع کرنے کے لئے جہاد شروع کر کے دکھائیں۔ مجال ہے کہ کوئی ان کی بات مان لے لیکن کسی دوسرے کے اوپر ظلم کی تعلیم دے کر دیکھ لیں، اس کا مال لوٹنے کی تعلیم دے کر دیکھ لیں، اُس کے گھر جلانے کی تعلیم دے کر دیکھ لیں کس طرح مجمع اکٹھا ہو جاتا ہے۔ کس طرح لوگ آگے بڑھ بڑھ کر اس عظیم قربانی میں حصہ لینے کے لئے پیش پیش آتے ہیں۔ یہ مطلب ہے **شر من تحت ادیم السماء** آسمان کے نیچے واقعۃً اگر جانوروں کو بھی دیکھا جائے تو کوئی جانور شر کی اتنی صلاحیت نہیں رکھتا اور جانور کے ساتھ اگر شر وابستہ ہے تو خیر بھی وابستہ ہے۔ مگر اس زمانے کے ملاؤں کا کیسا دردناک حال ہے، کیسا عجیب نقشہ ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے چودہ سو برس پہلے کھینچ کر رکھ دیا۔ **شر من تحت ادیم السماء** میں ان کو کوئی انسان بھی قرار نہیں دیتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آسمان کے پردے کے نیچے وہ شریر ترین مخلوق ہیں۔ یعنی اُن میں شر کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں نیکی پیدا کرنے کی کوئی صلاحیت موجود نہیں۔

پس یہ صلائے عام ہے تمام دنیا کے علماء اس میں مخاطب ہیں، بعض ملکوں کے زیادہ شریر ہیں، بعضوں کے کم ہیں، بعض ملکوں میں شرفاء علماء کی نسبت بہت زیادہ ہیں لیکن اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جہاں بھی یہ اطلاق پاتی ہے، آسمان کے جس حصے کے نیچے ایسے بدترین لوگ ہیں ان کی تعریف یہ ہے کہ ان کی شر کی آواز پر تو لبیک کہا جائے گا، ان کی خیر کی آواز میں کوئی طاقت نہیں ہوگی۔ پس پاکستان اور بنگلہ دیش کے علماء ہمارے سامنے ننگے ہو کر آچکے ہیں۔ اُن سے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اثر سے نکلنا ہے تو نکل کے دکھاؤ۔ ثابت کریں دنیا پر کہ نیکیوں کی تعلیم پر بھی لوگ لبیک کہہ رہے ہیں۔ کوئی پیش نہیں جائے گی آپ کی، کوئی ایک بدی بھی آپ عالم اسلام کو دور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ آپ کو اس پر مامور نہیں فرمایا گیا کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی اس پیشگوئی کو جھٹلانے کی آپ کو استطاعت نہیں ملی۔ شر آپ سے وابستہ ہے اور شر ہی کرتے چلے

جائیں گے اسی حالت میں آپ نے جانیں دینی ہیں۔ پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ امانت کیا ہوتی ہے، پھر امانت کے نام پر آپ کو بلایا جائے گا اور اُس وقت جھنڈے لگیں گے آپ کی پیٹھوں کے پیچھے جو خائنوں کے جھنڈے ہیں، جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو دکھایا گیا آسمان کی طرف، خدا تعالیٰ کی طرف، ہر بدترین خائن کے پیچھے ایک جھنڈا لگے گا اور بتایا جائے گا کہ اُس نے کس کس امانت میں خیانت کی ہے۔

عبادت گاہوں کی حرمت کو قائم کرنا، اُن کا احترام کرنا تو اسلام کی امتیازی شان تھی۔ آنخضرت ﷺ کو تو قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ اس جگہ تُو نماز نہ پڑھ تیری شان کے لائق نہیں۔ بعد میں جو کارروائی حدیثوں میں درج ہے اُس سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ وہ کارروائی واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے اشارے پر ہوئی۔ آج جبکہ ان ملانوں کے نزدیک وحی کے رستے ہی بند ہو چکے ہیں ان کو کون اشارے کر رہا ہے۔ ان کا تو عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اب کوئی وحی کے ذریعے پیغام نہیں ملے گا لیکن ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ شیطانی وحیاں جاری ہیں، شیطانی القاء کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ اب بتائیں کہ مسجدوں کو کس القاء پر منہدم کرتے ہیں، کون ہے جو ان کو اشارے کر رہا ہے اور ان کو دکھا رہا ہے کہ اس مسجد کو بھی برباد کر دو، اس مسجد کو بھی برباد کر دو۔ اندھیر نگری ہے ان لوگوں کو حیا نہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ اسلام کو اس طرح کتنا بدنام کرتے ہیں اور اسلام کے دفاع کے لئے کوئی دلیل باقی نہیں رہنے دیتے۔

بابری مسجد کا سلسلہ ہے دیکھ لیجئے، ایک مشرکانہ حکومت وہاں قائم ہے، اُس حکومت کی ساکھ داؤ پر لگ گئی، اُس حکومت کو مشرک اکثریت کی طرف سے چیلنج دیا جا رہا ہے کہ ہمیں یہ مسجد منہدم کرنے دو ورنہ ہم ملک میں بغاوت کی آگ بھڑکا دیں گے، تمہاری حکومت کو پارہ پارہ کر دیں گے لیکن آج تک تو وہ حکومت اس بات پر قائم ہے، اس اصول پر قائم ہے کہ خدا کے نام پر بننے والی عبادت گاہوں کی حفاظت ہمارا فرض ہے یہ مشرکوں کا حال ہے۔ پاکستان میں کتنی مسجدیں ہیں جو منہدم کی گئیں، کتنے خدا کے گھر ہیں جو مسمار کئے گئے، کتنے ہیں جن کو واپس کیا گیا اُن لوگوں کو اور اُن کے نقصانات کی ذمہ داری قبول کی گئی، اُنہیں دوبارہ آباد کر کے دکھایا گیا۔ حال یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا بنگلہ دیش میں یہی پاکستانی ملاں ہے جس نے پہنچ کر فساد برپا کروایا ہے اور بڑے ہی قابل اعتماد ذرائع

سے یہ خبریں مل رہی ہیں کہ آئی ایس آئی کے Trained فتنے پیدا کرنے والے ڈھاکہ میں اس وقت کام کر رہے ہیں اُن کی مدد سے باقاعدہ آپریشن Plan ہو رہے ہیں۔ اب ڈھاکے کی مسجد، راج شاہی کی، فلاں جگہ کی اور حکومت اس میں ملوث ہے۔ حکومت کا ملوث ہونا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حملے کے وقت اچانک ہوسکتا ہے کہ دفاع کی طاقت پیدا نہ ہوئی ہو اور اتنے ذرائع نہ ہوں کہ اس حملوں کو روکا جاسکتا ہو لیکن ساری مسجد کو منہدم کرنا، ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر دوسری جگہ پہنچانا، بنیادیں کھودنا، بنیاد کی ساری اینٹیں چرانا، یہ کام ایک دو گھنٹے کی بات تو نہیں تھی۔ ایک دن لگا ہے یا چوبیس یا اڑتالیس گھنٹے لگے ہیں۔ ٹرک کرایوں پر لئے گئے ہیں اتنا بڑا ملبہ ایک جگہ سے ڈھو کر دوسری جگہ پہنچانا یا گھروں میں تقسیم ہونا بڑا وقت چاہتا ہے۔ تو ایک خیانت ہوتی ہے خاموش خیانت کہ تم کرتے چلے جاؤ ہم آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ آنکھیں بند کرنے والوں کو بھی بتاتا ہوں کہ ان شریروں نے جنہوں نے یہ فساد برپا کئے ہیں خدا کے گھروں پر حملے کروائے ہیں انہوں نے تو اپنی آخرت کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دیا ہے۔ ان کا انجام تو اُن کو قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ کیا ہے؟ کیسے خائنوں میں ان کا شمار ہوگا لیکن آنکھیں بند کرنے والے بھی قیامت کے دن اندھے اٹھائے جائیں گے۔ اُن سے بھی خدا کے فضل آنکھیں بند کر لیں گے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے ایسے لوگوں کے متعلق کہ قیامت کے دن اُن سے منہ پھیر لوں گا۔ خدا کی آنکھیں تو بند نہیں ہوتیں خدا اعراض فرماتا ہے۔ پس ایسے لوگوں سے اعراض کیا جائے گا یہ جواب دہ ہیں کیونکہ قرآن کریم نے جہاں شریعت کو امانت قرار دیا ہے، مذہب کو امانت قرار دیا ہے، وہاں دنیا کی حکومتوں کو بھی تو امانت ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء:۵۹) کہ امانت کا تعلق صرف مذہب سے نہیں ہے۔ دنیاوی امور میں بھی ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ جب تم حکومت بنانے پر آؤ اور ووٹ مانگے جائیں تو امانت کا حق اُس کے اہل کو دیا کرو۔ اور جب حکومت بن جائے فرمایا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو عدل سے حکومت کرو، انصاف سے حکومت کرو۔

یہ عجیب بات ہے کہ قرآن کریم میں جو طرز حکومت بیان کی گئی ہے، وہ عدل پر مبنی حکومت

بیان کی گئی ہے، شریعت پر مبنی حکومت بیان نہیں فرمائی۔ جہاں دنیاوی حکومت کا مضمون آئے گا وہاں ہمیشہ آپ عدل کے مضمون کو ساتھ دیکھیں گے اور عدل کی حکومت ہی دراصل مثالی سیکولر حکومت کو کہتے ہیں۔ اگر عدل سے حکومت کی جائے تو مذہب کی تفریق کو دخل اندازی کی اجازت ہی نہیں مل سکتی۔ پس جس جس نے بھی عدل کی خیانت کی اُس نے قرآن کی خیانت کی، اُس امانت کی خیانت کی ہے جو خدا نے ہر حاکم کے اوپر ڈال دی ہے۔ کچھ معاملے تو اس دنیا میں طے ہوں گے تو کچھ اس دنیا میں طے ہوں گی مگر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی ناانصافیوں کے بدلے دنیا میں بھی ضرور دیئے جاتے ہیں۔ دنیا اور آخرت دونوں میں سزا دی جاتی ہے۔

بہرحال یہ مضمون سمجھا کر واپس اُسی مضمون کی طرف آتا ہوں کہ ہم نے امانتوں کے حق ادا کرنے ہیں، خائن لوگوں کی تقدیر کے فیصلے خدا فرمائے گا اور قرآن کریم نے وہ فیصلے آج ہی لکھ چھوڑے ہیں۔ قرآن کی تحریر کو دنیا میں کوئی بدل نہیں سکتا لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں لازماً امانت کی حفاظت کے لئے ہر قربانی کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ امانت ہی میں جماعت احمدیہ کی بقا ہے۔ امانت ہی کے نتیجے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس دنیا میں بھی سرخروی نصیب ہونی ہے اور آخرت میں سرخروی نصیب ہونی ہے۔ **امانت کے بغیر نظام جماعت کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہتا۔**

پس پہلے تو اپنی ذاتی امانتوں کی روزمرہ کے معاملات میں حفاظت کریں۔ آپ کو امین بنایا گیا ہے دنیا کے معاملات میں بھی اور دین کے معاملات میں بھی۔ دنیا کے معاملات میں بچوں کی امانت ہے، بیوی کی امانت ہے، دوستوں کی امانت ہے، تجارت کے معاملات میں ایک دوسرے کی امانتیں ہے ان ساری باتوں میں امانت کا حق ادا کریں امین بن جائیں۔ **جب امین بنتے ہیں تو پھر خدا کی امانت کا بوجھ اٹھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جب تک آپ دنیا میں امین نہیں بنیں گے، اللہ کی امانت کو اٹھانے کی اہلیت ہی آپ میں پیدا نہیں ہوسکتی ہے۔** چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو بچپن سے جو امین کہا جاتا تھا دراصل اُسی وقت اعلان ہو گیا تھا۔ دنیا میں لوگوں کے منہ سے جو باتیں نکل رہی تھیں، یہ امین ہے، یہ امین ہے، جس گلی سے گزرتے تھے امین امین کی آوازیں اُٹھتی تھیں۔ مستقبل میں ہونے والے عظیم واقعہ کی طرف اشارہ تھا یہ بتایا جارہا تھا کہ **خدا اپنی امانت امینوں کے**

سپرد کیا کرتا ہے اور آج اگر کوئی امانت کا اہل ہے تو یہ شخص ہے۔

لوگوں کے متعلق مرنے کے بعد، اپنے مراتب کو حاصل کرنے کے بعد امین ہونے کے دعاوی تو آپ سنتے ہی ہیں بعض دفعہ کسی بڑے عہدیدار کے متعلق اُس کے کام ختم کرنے کے بعد، اُس کے گزر جانے کے بعد تاریخ گواہی دیتی ہے کہ وہ امین تھا۔ بعضوں کے متعلق اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ امین تھا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے متعلق لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ (النمل:۴۰) فرما کر آپ کی بہت عزت افزائی فرمائی گئی ہمیشہ کے لئے دنیا کو موسیٰؑ کا مقام بتادیا گیا کہ وہ لَقَوِیٌّ بھی تھا اور اَمِیْنٌ بھی تھا۔ لَقَوِیٌّ اس لئے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ امانت کی حفاظت کے لئے ایک قوت کی بھی ضرورت ہے اور جو کمزور لوگ ہوں وہ امانت کی حفاظت نہیں کیا کرتے، نہ کر سکتے ہیں۔ یہ وہ گواہی ہے جو بعد میں دی گئی۔

جہاں تک میں نے نبوت کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ میرے علم میں ایک بھی ایسا نبی نہیں آیا جس کی قوم نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اُس کے نبی بننے سے پہلے لوگ اُس کو امین کہا کرتے تھے۔ سارے مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کرلیں کچھ نبی ہیں جو خدا بنا لئے گئے، کچھ خدا کے بیٹے بنا لئے گئے مگر **سارے عالم میں چراغ لے کر ڈھونڈیں میرے آقا محمد ﷺ جیسا تمہیں کہیں نظر نہیں آئے گا۔ وہ ایک ہی نبی ہے اور ایک ہی نبی ہے جس کے متعلق بچپن ہی سے ساری قوم گواہیاں دیتی تھی کہ یہ امین ہے، یہ امین ہے، یہ امین ہے، یہ امین ہے۔**

پس آپ کو اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا میں آپ امین بنتے ہیں تو خدا کی امانت اٹھانے کی اہلیت رکھتے ہیں اُس کے بغیر آپ امانت کا بوجھ اٹھانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ پس روزمرہ کی امانت کا ذکر چلا کر اب میں دینی امانتوں کی طرف اس لئے آرہا ہوں کہ پہلے اپنے اندر امانت کا بوجھ اٹھانے کی اہلیت پیدا کریں، روزمرہ کے معاملات میں امین بنیں، تب اس لائق بنائے جائیں گے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی امانت میں آپ کے مددگار بن سکیں اُس کے بغیر نہیں۔ پس اگلی امانتیں جو ہیں ان کا سفر شروع ہوتا ہے یا دینی امانتیں ووٹ دینے کے ساتھ سے، جماعتوں میں جہاں بھی عہدیدار چنے جاتے ہیں وہاں امانت کے ساتھ فیصلہ کرنا کون اہلیت رکھتا ہے۔ بہت ہی بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے (ترمذی کتاب الادب حدیث نمبر:۲۷۴۷)

تو دیکھیں کس لطافت کے ساتھ اس مضمون پر مزید روشنی ڈالی ہے۔ ووٹ دینا دراصل مشورے کا ہی ایک رنگ ہے۔ عوامی مشورے ووٹ کے ذریعے ہی حاصل کئے جاتے ہیں، آپ نے ووٹ کے ذکر کے ساتھ تو امانت کا ذکر نہیں فرمایا لیکن ہر مشورے میں امانت کو لازم قرار دے دیا اور ہر مشورہ دینے والے کو امین ٹھہرایا یعنی یہ بتایا کہ تمہیں امین ہونا پڑے گا اور یہ مضمون بہت زیادہ وسیع ہے ووٹ والے مضمون سے۔ پس ووٹ بھی مشورے کی امانت کا ایک اظہار ہے۔ دینی معاملات میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو امین ہو کر ووٹ کا حق استعمال کرنا چاہئے اور تمام دوستیاں، تمام تعلقات، تمام دشمنیاں، تمام عداوتیں اُس وقت بھول جایا کریں گے۔ یہ دیکھا کریں کہ آپ کے نزدیک یہ شخص اہلیت رکھتا ہے کہ نہیں۔ یعنی آپ کے نزدیک ان معنوں میں کہ خدا کی امانت کا حق ادا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، آپ کے تعلقات کا حق ادا کرنے کی اہلیت کا سوال نہیں ہے، یہ امانت ہے۔ پھر جب عہدیدار بنائے جاتے ہیں تو وہ امین ہیں۔ اُن کا فرض ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کی تفصیل میں جائیں، معلوم کریں، کھوج لگائیں کہ کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جس تفصیل سے ہمیں ہدایتیں دی ہیں آپ اس معاملے میں بھی تمام دنیا کے مؤرخوں کو، تمام دنیا کے مذاہب کی پیرا کاروں کو چیلنج دے سکتے ہیں، ایک نبی یا دس یا بیس نبی یا سو نبی ملا کر دکھا دو جس نے اپنی امت کو اس تفصیل سے نیکیوں کی ہدایت کی ہو اور برائیوں سے روکا ہو۔ بعض جاہل اسی بات پر اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں کہ اتنی تفصیل سے حکم دے دیئے حالانکہ یہ دراصل حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے امین ہونے کی عظمت کا نشان ہے۔ ایسا امین دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا جس نے اس گہرائی سے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور تفصیل سے کھوج لگائے۔ خدا نے مجھے جو امین بنایا تو کن کن اخلاق کا امین بنایا ہے، کن کن برائیوں سے روکنے پر مجھے امین مقرر فرمایا گیا ہے۔ تفصیل سے جا کر ایک ایک پہلو پر نظر ڈالی ہے، یہاں تک کہ زندگی کا کوئی پہلو بھی باقی نہیں رہا جس پر حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی امانت کا حق ادا نہ کیا ہو۔

اب جس سیکرٹری یعنی جماعت کے سیکرٹری کو اپنے شعبے کا ہی پتا نہ ہو۔ یہ ہے کس بلا کا نام ہے مجھے کیا کیا کرنا چاہئے، وہ کیسے امین بن سکتا ہے، کیسے امانت کا حق ادا کرسکتا ہے، تصنیف کی بات ہو رہی تھی تو تصنیف کے سلسلے میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس ملک میں کیا کیا علمی تحریکات ایسی چل رہی ہیں، کیا کیا ایسے علمی رجحانات ہیں جن کا اسلام کی سچائی سے منفی یا مثبت تعلق باندھا جاسکتا

ہے۔ بعض اسلام کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں، بعض ایسی نئی ایجادات ہیں، بعض ایسے نئے علمی رجحانات ہیں، بعض ایسے انکشافات ہیں جو اسلام کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں، اُس وقت سیکرٹری کا کام ہے، وہ کمیٹیاں مقرر کرے، نوجوانوں کو اکٹھا کرے، اُن کے سپرد کرے کہ دیکھو فلاں اخبار میں یہ بات آئی تھی ہمیں اس کی پیروی کرنی چاہئے، کھوج لگا کر آخر تک پہنچنا چاہئے، اس کے تمام پہلوؤں کے اوپر ہمیں حاوی ہو جانا چاہئے۔ اس سلسلے میں بھی میں انگلستان کی مثال پیش کرتا ہوں۔ خدا کے فضل سے اس جماعت نے ہر پہلو سے نہ صرف بڑی بڑی ظاہر باتوں میں ترقی کی ہے بلکہ باریک پہلوؤں میں ترقی کی ہے۔ اب تصنیف کا معاملہ ہے مثلاً اس سلسلے میں میں نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ کو بلا کر سمجھایا کہ دیکھیں آپ نوجوانوں کی ٹیمیں بنائیں میں آپ کو کام دیتا ہوں اُن کے سپرد کریں مثلاً Dead Sea Scrolls ہیں۔ اُن کے متعلق بہت تحقیق ہونے والی ہے اور ہم عموماً غیروں کی تحقیقات کا ماحصل سن کر اُسی پر بس کر جاتے ہیں۔ حالانکہ اکثر غیر جن مشاہدات پر اپنے نظریات کی بنیاد رکھتے ہیں اُن مشاہدات کے تمام اشاروں کو قبول نہیں کرتے بعض ایسے ہیں جو خدا کے حق میں اشارے ہو رہے ہیں مگر وہ اُن کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جہاں خدا کے خلاف کوئی اشارہ ہوتا ہوا دکھائی دے اُس کو اچھالتے ہیں۔ بعض اسلام کے حق میں ہونے والے اشاروں سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں، اسلام کے خلاف کوئی دور کا اشارہ بھی دکھائی دے تو اُس کو نکالتے اور اچھالتے ہیں۔ اُن کو میں نے سمجھایا کہ احمدی نوجوانوں کو یہ عادت ڈالیں، ٹیمیں بنائیں کہ وہ مل جل کر ان تمام علمی رجحانات پر نظر رکھیں جہاں کوئی خبر آئے وہاں ایک ٹیم بن جائے اور وہ اُس خبر کو کھوج نکالے آخر تک پہنچے ہیں۔ وہ حقائق معلوم کریں اگر وہ زبان مختلف ہے تو وہ زبان سیکھنے کے لئے بعض لوگوں کو لگائیں، اسی طرح بہت سے پروگرام ان کے سپرد کئے اور میں پورے اطمینان کے ساتھ بتاتا ہوں کہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے بھی امانت کا خوب حق ادا کیا اور جتنے نوجوان اُن کے ساتھ اس معاملے میں شریک ہوئے اُنہوں نے بھی خوب حق ادا کیا دل کی گہرائیوں تک میں اُن کے کاموں سے راضی ہوا وہ آتے ہیں ٹیمیں بنا کر مجھ سے ملتے ہیں، بتاتے ہیں کہ ہم نے کیا کیا کھوج نکالے، کیا کیا کن کن کتب کا مطالعہ کیا، اب ہم مزید کیا کام کر رہے ہیں، کن کن پروفیسروں سے رابطے کئے ہیں، کن کن ماہرین آثارِ قدیمہ سے تعلق بڑھائے ہیں، غرضیکہ پورا علم کا جہان ہے جو نیا جہان کھلتا چلا

جارہا ہے آئندہ جماعت کے استعمال کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ بہت عمدہ مواد ہاتھ آئے گا۔اب تک ہم یہی کرتے رہے ہیں کہ جہاں کسی نے اتفاق سے ہماری تائید میں کوئی بات لکھ دی تو اُسے قبول کرلیا اور اُن رستوں میں داخل ہو کر یہ دیکھا ہی نہیں کہ جن رستوں میں اُن کو ہماری تائید کا کوئی ہیرا ہاتھ آیا تھا۔ بہت سے ایسے مضامین ہیں یعنی تائیدی شواہد جو مختلف جگہوں پر دفن ہوئے پڑے ہیں۔ ہمیں کھوج لگانا ہوگا۔پس سیکرٹری تصنیف کا یہ کام ہے اس طرح کھوج لگائے۔اسی ضمن میں میں نے امریکہ کو بھی ہدایت دی کہ آپ وہاں کچھ رابطہ قائم کریں۔امیر صاحب نے جن لوگوں کے سپرد کئے اُن کی رپورٹیں ملی ہیں اللہ کے فضل سے اُنہوں نے بھی اچھا کام کیا ہے مگر ساری دنیا میں مقامی ملکی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور بین الاقوامی اسلامی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قسم کی ٹیمیں بنانی ہوں گی۔

اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے۔مضمون لمبا ہے میں انشاء اللہ باقی باتیں آئندہ جمعہ میں پیش کروں گا۔پاکستان سے مجھے ایک خط ملا تھا کہ خطبات کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے اور بڑی عمدہ آواز اور عمدہ تصویریں پہنچ رہی ہیں لیکن آپ جب وقت ختم ہونے کے بعد یعنی اڑھائی بجے کے بعد کچھ دیر باتیں کرتے ہیں ہمارا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور محرومی کا احساس ہوتا ہے اس لئے آپ وقت کا بھی خیال رکھیں پہلے شروع کر دیا کریں اگر مضمون لمبا ہو۔بات یہ ہے کہ مضمون سارے بڑے لمبے ہیں اس لئے پہلے شروع کروں گا تو پھر بھی یہی مشکل پیش آئے گی۔وقت پر شروع کرنے دیں اور وقت پر ختم کرنے دیں۔اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ